سیدی اعلحضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی

اسلامک بینکنگ کے موجد

(پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری کے تحقیقی مقالات سے انتخاب)

ISLAMIC BANKING

IJARAH ISTISNA MURABAHAH HIWALAH TAKAFUL WAKALAH KAFALAH MUDHARABAH HIBAH MUSHARAKAH

مصنف: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

بی ایس (آنرز) جیولوجی، ایم سی (جیولوجی) ایم اے اسلامیات، پی ایچ ڈی (قرانیات)

(صدر: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا) (بانی: خانقاہ قادریہ رضویہ مجیدیہ)

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا

Raza Research Institute

www.imamahmadraza.net

سالنامہ ۲۰۱۲ء، ۱۴۳۳ھ

معارفِ رضا

اسلامی تحقیقی مجلہ

اسلامک بینک کا موجد امام احمد رضا

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری
یونیورسٹی کراچی، پاکستان
ای میل: majeedgeol_pk@yahoo.com

Abstract: In 1806, when the interest based banking system was being built around the world, Bank of Calcutta was established in the subcontinent during the British reign. It was the time when Muslim scholars could neither issue a clear and adhesive verdict regarding currency notes nor they were devising any concept of Islamic Banking whereas the entire economic system of the world was being molded into the banking system and Muslims were also getting involved in the interest based monetary transactions. Imam Ahmad Raza, the reformer of the 14th century, presented the solution of the both issues. He declared currency notes as wealth (*an article that has economic utility: a monetary value or an exchange value*) in 1905 and legitimated its trade. In addition, for the first time, as a Muslim jurist and scholar, he delivered a comprehensive and practical concept of a Muslim Bank in 1912 so that Muslims can refrain themselves from the transactions of interest and through the Muslim Banks they could strengthen the Muslim economy in the world.

امام احمد رضا خاں سنی محمدی حنفی قادری برکاتی محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (1272ھ/1856ء-1340ھ/1921ء) عالم اسلام میں برصغیر کی وہ عظیم علمی شخصیت ہیں جنھوں نے اپنے 55 سالہ قلمی دور میں اپنے زمانے کے تمام مروجہ علوم وفنون پر قلمی رشحات یادگار چھوڑے ہیں۔ ان کی تصانیف وتالیفات کی تعداد ایک ہزار سے بھی زیادہ پائی جاتی ہیں۔ علوم عقلیہ ونقلیہ پر، عربی، اردو وفارسی زبان میں لکھی گئیں تصانیف بالخصوص علوم معاشیات پر لکھی گئیں تصانیف آپ کے علمی قد کو آج بھی بلند کیے ہوئے ہیں۔ بیسویں صدی عیسوی اگرچہ انسانی تاریخ کی اہم ترین صدی ہے، جس میں انسان نے دیگر علوم وفنون کی طرح علم معاشیات واقتصادیات سمیت ہر علم وفن میں تیزی سے ترقی کی ہے جبکہ اکیسویں صدی میں ترقی کی رفتار کہیں زیادہ ہے۔ 19 ویں صدی کا آخری نصف اور بیسویں صدی عیسوی کا اوّل 20 سالہ دور نئی نئی ایجادات اور نئے نئے سائنسی خیالات کا دور ہے، جس کے باعث انسان تیزی کے ساتھ ترقی کر رہا ہے، مگر اس ترقی میں بالخصوص علم معاشیات اور اقتصادیات کی جدوجہد میں مسلمانوں کا حصہ کم کم دکھائی دیتا ہے اور اگر کہیں مسلمانوں نے ان علوم میں کوئی اہم کردار ادا بھی کیا ہے تو اس کو عالمی تو درکنار خود مسلمان ملکوں میں بھی پذیرائی حاصل نہ ہو سکی۔

برصغیر پاک وہند میں 1856ء میں انگریز مسلط ہو چکے تھے جس کے باعث یہاں کے مسلمان ہندوؤں اور انگریز کے دباؤ میں زندگی گزار رہے تھے۔ دوسری طرف سائنسی دنیا میں ترقی کی بے شمار راہیں کھل رہی تھیں مگر سب کا سب غیر مسلموں کے ہاتھوں ترقی پا رہا تھا۔ 1856ء کے بعد حجاز وعرب کے اندر بھی مسلمانوں کی سب سے بڑی حکومت سلطنتِ عثمانیہ بھی دم توڑ رہی تھی اور مسلمانوں کی بڑی سلطنت میں حکومت تتر بتر ہو رہی تھی۔ مسلمان بحیثیت قوم پوری دنیا میں تیزی کے ساتھ تنزلی کا شکار ہو رہے تھے۔ سب سے زیادہ جو مسلمانوں کے درمیان پریشانی بڑھ رہی تھی وہ جدید معاشی مسائل تھے۔ مسلمان سربراہوں سمیت مسلمان حکومت کے پاس کوئی ٹھوس معاشی ترقی کا پروگرام نہ تھا۔ معیشت اپنا رنگ بدل رہی تھی سادہ تجارت اب نئے سسٹم کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اسی اثنا میں جدید معاشیات کو ترقی دینے کے لیے بینک کا قیام ناگزیر ہو چکا تھا اور درہم ودینار کی جگہ اور لین دین کے لیے اب کاغذی نوٹ

رواج پانے لگا تھا۔ بینک جو اس زمانے میں قائم ہو رہے تھے وہ سب کے سب سود (Interest) کی بنیاد پر رواج پا رہے تھے۔ بر صغیر پاک و ہند میں پہلا باقاعدہ بینک "بینک آف کلکتہ" 1806ء میں قائم ہو چکا تھا اور پھر بر صغیر کے کئی شہروں میں اس کی شاخیں انگریز حکومت کے دوران قائم ہو چکی تھیں۔ دوسری طرف بینک کے اندر لین دین سکوں کی بجائے کاغذی نوٹ کے ذریعے شروع ہو چکا تھا۔ 1856ء تا 1912ء بر صغیر سمیت پورے عالم اسلام میں کسی بھی مسلمان نے یا مسلمان حکومت نے نہ تو کوئی بینک قائم کیا اور نہ ہی ایک اہم ایجاد یعنی کاغذی نوٹ کے ذریعے تجارت کو شرعی حیثیت دے سکا بلکہ اکثر علما و مفتیان نے کاغذی نوٹ کو مال ہی تسلیم نہ کیا جس کے باعث مسلمان تاجر بھی بے حد متاثر ہو رہے تھے۔ اس زمانے کے علما و مفتیانِ اسلام کے فتاویٰ میں نوٹ کے سلسلے میں عدم جواز کا فتویٰ ملتا ہے جبکہ بر صغیر کے کسی بھی مفتی یا عالم دین نے مسلمانوں کو اپنا اسلامی بینک قائم کرنے کی کوئی ترغیب بھی نہیں دی۔ راقم الحروف حیران ہے کہ مفتیان اسلام ان دو اہم معاشی نظریات یعنی اسلامی بینک کا قیام اور کاغذی نوٹ کے ذریعے تجارتی لین دین پر اسلام کا موقف دینے میں کیوں پیچھے رہے اور جلد ہی ان دونوں اہم معاملات کا حل پیش کر کے Leading پوزیشن کیوں کر حاصل نہ کر سکے؛ جب کہ ہمارا بحیثیت مسلم قوم یہ دعویٰ ہے کہ ہمارا قرآن اور احادیث کا مجموعہ رہتی دنیا تک کے ہر زمانے کے ہر قسم کے مسائل حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے مگر ترقی کی اس ابتدائی دور میں ان کا حل پیش نہ کر کے دنیا کی ترقی کی رفتار سے ہم بہت پیچھے رہ گئے۔ تاریخ اسلام پر نظر ڈالنے سے محسوس یہ ہوتا ہے کہ 1856ء تا حال مسلمان دین اسلام میں تفرقہ ڈالنے میں تو بہت ترقی کر گئے مگر دنیا کی ترقی میں اپنا کردار ادا نہ کر سکے۔ افسوس کہ مسلمانوں نے ساری توانائی اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے منصب نبوت اور اختیارات نبوت کی بحث میں صرف کر دی اور ہم معاشی اور معاشرتی مسائل حل کرنے میں بہت پیچھے رہ گئے۔ اللہ عزوجل نے ان دو عالمی مسائل (مسلم بینک کا قیام اور نوٹ کی شرعی حیثیت) کے حل کے لیے عالم اسلام میں بریلی کی ایک شخصیت امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی المعروف بہ "اعلیٰ حضرت" کا انتخاب فرمایا اور ان کو وہ فہم و فراست عطا کی جو مومن کا کھویا ہوا خزانہ ہے۔ امام احمد رضا خاں محدث بریلوی نے اپنے

55 سالہ قلمی دور میں دین اسلام کی قلم کے ذریعے وہ خدمت انجام دی جو ان کے ہم عصروں میں کوئی بھی نہ کر سکا۔ آپ نے اپنے رشحاتِ قلم سے انسانی زندگی کے ہر ہر شعبے میں مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی۔ یہ رہنمائی صرف اسلامی مسائل تک محدود نہ تھی بلکہ سائنسی، معاشرتی، معاشی، اقتصادی، تجارتی، سیاسی، ادبی، طبی گویا زندگی کے تمام پہلوؤں پر قرآن واحادیث کی روشنی میں مسلمانوں کے مسائل کا حل پیش کیا۔ یہاں صرف ان دو اہم ترین مسائل جو اوپر پیش کیے گئے ان پر امام احمد رضا کے موقف کو پیش کروں گا یعنی (۱) مسلمانوں میں اسلامی بینک قائم کرنے کی ترغیب اور اسلامی بینک کے قیام کے سلسلے میں ان کی تحقیقات۔ (۲) "تجارتی لین دین کاغذی نوٹ کے ذریعے" آپ نے مسلمانوں کے لیے جواز کا فتویٰ دے کر دین اسلام کی خدمت کا ایک اہم ترین فریضہ انجام دیا۔ ان دونوں نکات پر امام احمد رضا کا موقف اور تحقیق پیش کی جائے گی۔ امام احمد رضا عالم اسلام میں پہلے محقق ہیں جنھوں نے مسلمانوں کو ان کا اپنا بینک، شرعی اصولوں کے مطابق قائم کرنے کی ترغیب دی اور تجارتی لین دین کو کاغذی نوٹ کے ذریعے جائز ثابت کرکے مسلمانوں کو ایک بڑی الجھن سے نکال کر ان کو ترقی کرنے والی قوم کے ساتھ لا کھڑا کیا مگر افسوس ان دو اہم کارناموں کو مسلمانوں نے ہی دنیا کے سامنے مخفی رکھ کر ترقی کی دوڑ میں پیچھے رکھ کر مسلمانوں پر ظلم کیا اور اب اس ترقی کے دوڑ میں کہیں کسی مسلمان کا نام تک نہیں آتا اور جس مسلمان نے فرضِ کفایہ ادا بھی کیا تو خود مسلمانوں نے اس کی پذیرائی سے اجتناب کیا۔ پچھلی دو صدیوں میں غیر مسلموں نے ترقی کرکے دنیا کو ہماری ہتھیلی میں رکھ دیا اور مسلمانوں نے آپس میں تفرقہ بازی میں ترقی کرکے غیر مسلموں کے سامنے مسلمانوں کو ایک غیر ترقی یافتہ قوم کی صورت میں پیش کیا۔

(۱) کرنسی نوٹ کا مسئلہ اور امام احمد رضا کا موقف

امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی جب اپنے دوسرے حج کے موقعہ پر مکۃ المکرمہ میں قیام پذیر تھے اسی دوران مکۃ المکرمہ کے حنفی عالم دین الشیخ عبد اللہ میر داد نے کرنسی نوٹ سے متعلق 12 سوالات استفتا کی صورت میں پیش کیے۔ اس وقت تک یعنی 1324ھ / 1905ء تک عرب و عجم میں کرنسی نوٹ علمائے کرام کے درمیان زیرِ بحث تھا اور اس کے جواز کی صورت نظر نہیں آرہی تھی، اکثر

مفتیانِ کرام نے عدمِ جواز کا ہی فتویٰ دیا تھا۔ امام احمد رضا محدث بریلوی نے ان 12 سوالات کا جواب ایک رسالے کی صورت میں دیا یہ رسالہ عربی زبان میں بعنوان "کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم" لکھا، جب کہ سفر کی وجہ سے کوئی علمی کتاب بھی آپ کے پاس نہ تھی مگر اپنے مطالعہ اور حافظے کی بنیاد پر یہ تفصیلی فتویٰ عربی زبان میں لکھ کر سب کو حیرت میں ڈال دیا۔ آپ نے یہ رسالہ جو 1324ھ / 1905ء میں لکھا اس میں نہ صرف 12 سوالات کے جواب ہیں بلکہ اس زمانے میں مروجہ انگریزی قوانین کا رد کرتے ہوئے اسلامی اصول کے مطابق ہر قسم کی تجارت اور بینکنگ سسٹم کے اصول وضوابط قلم بند کر کے امتِ مسلمہ پر احسانِ عظیم کیا اور اسلام کا عَلَم بلند فرمایا۔ اس رسالے کی تفصیل تو قاری عربی زبان میں یا اس کے ترجمے میں پڑھ سکتا ہے؛ یہاں اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں، البتہ اس رسالے میں پوچھے گئے 12 سوالات میں سے اول سوال سے متعلق جواب کے چند اقتباسات یہاں پیش کروں گا تاکہ امام احمد رضا کے اس عظیم کارنامے سے قارئینِ کرام کو آگاہ کیا جاسکے اور یہ معاملہ مسلم قوم کے سامنے رکھا جائے کہ مسلمانوں نے اس رسالے سے 100 سال پہلے کیوں کر فائدہ نہ اٹھایا اور کیوں اس عظیم تحقیق کو سرد خانے میں ڈال دیا گیا اور اب چوری چھپے اسی رسالے سے استفادہ کر کے لوگوں کے سامنے اسلامک بینکنگ کا چیمپئن بنا جارہا ہے جب کہ اس کا موجد کوئی اور (یعنی امام احمد رضا خاں محدث بریلوی) ہے۔

سوال نمبر (۱) کیا وہ (کرنسی نوٹ) مال ہے یا دستاویز کی طرح کوئی سند۔!

الجواب!

"جان اللہ تعالیٰ مجھے اور تجھے توفیق دے اور میری تیری ہدایت کا والی ہو کہ نوٹ ایک سب سے زیادہ جدید اور نو پید چیز ہے۔ تو تالیفات علما میں اس کا اصلاً نام ونشان نہ پائے گا یہاں تک علامہ شامی اور ان کے مثل جن کا زمانہ ابھی قریب گذرا، لیکن ہمارے اماموں نے (اللہ ان کی نیک کوششیں ٹھکانے لگائے اور ان کی عظیم برکتوں کا ہمیں فیض پہنچائے) اس دینِ حنیف کا شافی بیان فرمادیا جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں۔"

آگے چل کر مزید رقم طراز ہیں:

"الحمد اللہ یہ شریعت ایسی روشن چمکتی ہوگئی کہ اس کی رات بھی دن کی طرح ہے تو انھوں نے قواعد مقرر فرمائے اور ہر بات جدا جدا دکھادی اور ایسے کلیے ذکر فرمائے کہ بے شمار جزئیوں پر منطبق آئیں۔ تو نئی پیدا ہونے والی باتیں اگرچہ ختم ہونا نہیں مانتیں مگر وہ علم جو ائمہ ہم کو دے گئے اس سے کوئی بات باہر رہتی نہیں معلوم ہوتی۔ اللہ نے چاہا تو زمانہ ایسوں سے خالی نہ ہوگا جسے اللہ تعالیٰ ان پوشیدہ باتوں کے نکالنے اور ان بخششوں اور فضیلتوں سے نفع اٹھانے پر قدرت دے۔"[۲]

۱۔ ان تمہیدی کلمات کے بعد کاغذی نوٹ سے متعلق پوچھے گئے سوال کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"اس کی اصل تو معلوم ہے کہ وہ "کاغذ کا ایک ٹکڑا" ہے اور کاغذ مالِ متقوم ہے اور اس سکہّ نے ایسے کچھ زیادہ نہ کیا مگر یہ ہی کہ لوگوں کی رغبتیں اس کی طرف بڑھ گئیں اور وقت حاجت کے لیے اٹھا رکھنے کا زیادہ لائق ہوگیا۔ مال کے معنیٰ ہی یہ ہیں یعنی وہ جس کی طرف طبیعت میل کرے اور حاجت کے لیے اٹھا رکھنے کے قابل ہو جیسا کہ بحر و شامی وغیرہما میں ہے۔"

اور معلوم ہو کہ شرع مطہرہ نے کبھی مسلمانوں کو اس سے نہ روکا کہ اپنے پارۂ کاغذ میں جس طرح چاہے تصرف کرے جیسا کہ شراب و خوک (خمر و خنزیر) کے بارے میں نہی وارد ہوئی اور مال کی قیمت والے ہوئے ہونے کا اسی پر مدار ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے اور اس میں تلویح سے نقل فرمایا: "مال وہ چیز ہے جس کی شان یہ ہو کہ وقتِ حاجت اس سے نفع لینے کے لیے اٹھا رکھا جائے اور قیمت والا ہونا مال ہونے کو مستلزم ہے" اور اسی میں بحوالہ بحرالرائق حاوی قدسی سے ہے مال آدمی کے سوا ہر شے کا نام ہے جو آدمی کی مصلحتوں کے لیے پیدا کی گئی اور اس قابل ہو کہ اسے محفوظ رکھیں اور باختیار خود اس میں تصرف کریں اور بے شک محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا:

"لوبَاعَ کاغذۃ بالف یَجُوزُ وَلَایکرہ"

یعنی اگر کوئی اپنا کاغذ کا ٹکڑا ہزار کو بیچے تو بلا کراہت جائز ہے۔"[۳]

مندرجہ بالا کلمات کے بعد امام احمد رضا کاغذی نوٹ سے متعلق اپنا فتویٰ اور حاصل کلام پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"اور اگر تحقیق کیجیے تو (اوپر بیان شدہ) یہ بعینہٖ نوٹ کا جزیہ ہے کہ ان امام (مصنف فتح القدیر) نے اس (کاغذی نوٹ) کی پیدائش سے 5 سو برس پہلے فرمایا کہ یہی وہ کاغذ ہے جو ہزار روپے کو بکتا ہے اور کچھ اچنبھا نہیں کہ ایسی کرامتیں ہمارے علمائے کرام سے بکثرت ثابت ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی برکتوں سے دنیا و آخرت میں نفع پہنچائے آمین۔

تو کوئی شک نہیں کہ نوٹ بذات خود قیمت والا مال ہے کہ بکتا ہے اور مول لیا جاتا ہے اور ہبہ کیا جاتا ہے اور وراثت میں آتا ہے اور جتنی باتیں مال میں جاری ہیں سب اس میں جاری رہتی ہیں۔"[۴۴]

امام احمد رضا نے جب یہ رسالہ "کفل الفقیہ الفاہم" لکھ کر علمائے عرب کے سامنے پیش کیا تو سب کے سب دنگ رہ گئے۔ ایسا ہی ایک واقعہ خود مصنف کی زبانی سنیے جو ان کے ملفوظات میں محفوظ کر لیا گیا ہے:

"ان ہی دنوں میں مولانا عبد اللہ مرداد اور مولانا حامد احمد جدّادی نے نوٹ کے بارے میں فقیر سے استفتا کیا تھا جس میں بارہ سوالات تھے اور میں نے بکمال استعجال اس کے جواب میں رسالہ "کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم" تصنیف کیا تھا وہ تبییض کے لیے حرم شریف کے کتب خانے میں سید مصطفےٰ برادرِ خورد مولانا سید اسمٰعیل مکی کے پاس تھا کہ وہ نہایت جمیل الخط ہیں۔ زمانہ سابق میں جب میرے استاذ الاستاذ حضرت مولانا جمال بن عبد اللہ بن عمر مکی رحمۃ اللہ علیہ مفتی حنفیہ تھے ان سے نوٹ کے بارے میں سوال ہوا تھا اور جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ علم گردنوں علما میں امانت ہے۔ مجھے اس (کاغذی نوٹ) کے جزئیہ کا کوئی پتہ نہیں چلتا کہ کچھ حکم دوں۔ ایک دن میں (خود مصنف احمد رضا) کتب خانے میں جاتا اور ایک صاحب کو بیٹھے دیکھتا ہوں کہ میرا یہ ہی رسالہ "کفل الفقیہ الفاہم" مطالعہ کر رہے ہیں جب اس مقام پر پہنچے جہاں میں نے فتح القدیر سے یہ عبارت (لوباع کاغذۃ بالف یجوز ولا یکرہ) نقل کی

ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے ایک کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے کو بیچے جائز ہے، مکروہ نہیں، پھڑک اٹھے اور اپنی ران پر ہاتھ مار کر کہا:

''این جمال بن عبد اللہ من ھذا النص الصریح'' حضرت جمال بن عبد اللہ اس نص صریح سے کہاں غافل رہے!''[۵]

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے اس رسالے ''کفل الفقیہ'' میں تفصیل سے نوٹ کے متعلق بقیہ سوالات کے جواب دیے ہیں۔ یہاں انتہائی اختصار کے ساتھ ان 12 سوالوں میں سے چند سوالات و جوابات پیش کیے جارہے ہیں تاکہ قارئین اور اس سے تعلق رکھنے والے حضرات اس اہم تحقیق سے آگاہ ہوسکیں۔ چنانچہ ان 12 سوالات اور ان کے جوابات ملاحظہ کیجیے:

سوال نمبر 1: کیا نوٹ مال ہے یا رسید؟

جواب نمبر 1: نوٹ قیمتی مال ہے، رسید نہیں۔ فتح القدیر میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص ایک کاغذ ہزار روپے کے بدلے بیچے تو بلا کراہت جائز ہے۔ یہ نوٹ کی ایجاد سے پہلے اس کے بارے میں ایک جزئیہ ہے۔

سوال نمبر 2: اگر یہ نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر سال بھی گذر جائے تو کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

جواب: ہاں شرائطِ زکوٰۃ پائے جانے پر زکوٰۃ واجب ہوگی کیوں کہ یہ ذاتی طور پر مالِ متقوم ہے۔

سوال نمبر 3: کیا اسے مہر میں دینا صحیح ہے؟

جواب: ہاں اسے مہر میں مقرر کرنا اور دینا صحیح ہے جبکہ عقد کے وقت اس کی قیمت سات مثقال چاندی ہو۔

سوال نمبر 4: اگر اسے محفوظ جگہ سے چوری کر لیا جائے تو ہاتھ کاٹنا واجب ہوگا؟

جواب: ہاں اگر ہاتھ کاٹنے کی شرائط پائی جائیں تو واجب ہوگا۔

سوال نمبر 5: کیا اسے ضائع کرنے کی صورت میں اس کے بدلے تاوان ہوگا؟

جواب: ہاں اسے ہلاک کرنے کی صورت میں اس کی مثل کے ساتھ تاوان واجب ہوگا۔

سوال نمبر 6: کیا اسے درہموں، دیناروں اور پیسوں کے ساتھ بیچنا جائز ہے؟

جواب: ہاں جائز ہے، جیسا عام شہروں میں لوگوں کے درمیان معمول ہے۔

سوال نمبر7: اگر اسے کپڑوں کے بدلے لیا جائے تو بیع مقایضہ ہو گی یا مطلق بیع؟

جواب: یہ اصطلاحی ثمن ہے لہٰذا کپڑوں کے بدلے اسے لینا بیع مقایضہ نہیں بلکہ بیع مطلق ہو گی۔

سوال نمبر8: کیا اسے قرض میں دینا جائز ہے؟

جواب: اسے بطور قرض دینا جائز ہے اور ادائیگی صرف اس کے مثل سے ہو گی۔

سوال نمبر9: کیا اسے بطور ادھار مقررہ مدت تک درہموں کے بدلے بیچنا جائز ہے؟

جواب: ہاں جائز ہے، بشرط یہ کہ مجلس میں نوٹ پر قبضہ کرے تاکہ دَین کے بدلے دَین نہ ہو۔

سوال نمبر10: کیا اس میں بیع سلم جائز ہے؟

جواب: ہاں نوٹ میں بیع سلم جائز ہے۔[٦]

امام احمد رضا نے جب یہ رسالہ لکھ کر علما کے سامنے پیش کیا تو مکۂ مکرمہ کے جلیل القدر علمائے کرام مثلاً شیخ الائمہ والخطبا علامہ احمد ابو الخیر مرداد حنفی، سابق مفتی و قاضی شیخ صالح کمال حنفی، حافظ کتب حرم الفاضل سید اسماعیل خلیل حنفی اور مفتی احناف عبد اللہ صدیقی رحمھم اللہ نے اسے سنا اور اس کی تحسین فرماتے ہوئے اسے نقل کر لیا۔

امام احمد رضا نے کفل الفقیہ کا رسالہ لکھ کر اس امت پر اتنا بڑا احسان کیا کہ جس کی کوئی مثل نہیں آپ نے اس وقت اٹھائے گئے تمام سوالات کا جواب دے کر قیامت تک کے لیے امتِ مسلمہ کو ایک بڑے بحران سے بچا لیا اور اگر یہ مسئلۂ نوٹ اس وقت حل نہ ہوتا تو نہ جانے آج ہم کہاں کھڑے ہوتے۔ آپ نے نوٹ کا مسئلہ حل کر کے اس وقت تجارت سے متعلق تمام امور کا حل پیش کر کے ملت اسلامیہ کی بھرپور رہنمائی فرمائی، مگر افسوس کے فرقہ وارانہ جنگ کے باعث امام احمد رضا کا اس صدی کا عظیم ترین کارنامہ لوگوں کی نظروں سے دور کر دیا گیا اور لگتا یہ ہے کہ اس اہم مسئلے کا حل شاید کسی ایسی مخلوق نے کیا جس کو ہم جانتے بھی نہیں، لیکن حق ہمیشہ حق ہوتا ہے۔ اسی حقانیت کو امام احمد رضا کے مخالفین میں سے ندوۃ العلوم کے محقق اور مورخ محترم جناب شیخ ابو الحسن ندوی اپنی اہم تالیف نزھۃ الخواطر میں امام احمد رضا کے اس اہم رسالے کو پذیرائی دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"انہوں (امام احمد رضا) نے بعض فقہی اور کلامی مسائل میں علمائے حجاز سے گفتگو کی اور حرمین شریفین میں قیام کے دوران بعض رسائل لکھے اور علمائے حرمین کے سامنے پیش کیے جانے والے بعض مسائل کے جوابات دیے۔ چنانچہ وہ آپ کی وسعتِ علمی، فقہی متون اور اختلافی مسائل سے واقفیت، سرعتِ تحریر اور ذہانت سے بہت تعجب میں آئے۔ فقہ حنفی اور اس کی جزئیت پر اطلاع کے حوالے سے آپ نادرِ روزگار تھے۔ آپ کے مجموعۂ فتاوی اور کفل الفقیہ الفاھم جسے آپ نے مکہ مکرمہ میں مرتب کیا اس بات پر شاہد ہیں۔" ے

(2) امام احمد رضا کا دوسرا عظیم کارنامہ مسلمانوں کے لیے اسلامی بینک قائم کرنے کی تجویز تھی۔ امام احمد رضا نے 1324ھ / 1905ء میں کرنسی نوٹ کا مسئلہ حل کر کے مسلمانوں کے لیے تجارت کے مسائل کا حل تو پیش کر ہی دیا تھا، مگر اب اس امر کی ضرورت شدت اختیار کر رہی تھی کہ مسلمانوں کی رقم محفوظ ہاتھوں میں رہے اور ابھی تک اس کا کوئی معقول سسٹم نہ تھا۔ تمام دنیا میں تجارت کا کنٹرول غیر مسلموں کے پاس منتقل ہو رہا تھا اور انھوں نے اپنے لوگوں کے فائدے کے لیے بینک بھی قائم کر لیے تھے اور زیادہ تر تجارت وہ آپس میں کیا کرتے تھے تاکہ ان کی رقم ان ہی کے لوگوں کے درمیان گشت کرے۔ امام احمد رضا کو اللہ نے اس دور کے مسائل کے حل کے لیے پیدا کیا تھا، چنانچہ جب ان سے ایک موقعہ پر محترم منشی لعل خاں نے 1331ھ / 1912ء میں سوال کیا تو اس کے جواب میں آپ نے ایک رسالہ "تدبیرِ فلاح ونجات واصلاح" کے نام سے لکھا، جس میں مسلمانوں کی فلاح ونجات کا حل پیش کیا۔
امام احمد رضا کے ان پیش کردہ نکات سے قبل خود امام احمد رضا کے قلم سے اس زمانے میں مسلمانوں کی مسلمانوں کے معاملات میں عدم دلچسپی ملاحظہ کیجیے کہ جب سلطنتِ عثمانیہ کا زوال ہو رہا تھا، تو یہاں یعنی ہند کے مسلمانوں کو ان کی کسی بھی قسم کی مالی یا دیگر ذریعے سے مدد دینے میں کوئی دلچسپی نہ تھی ملاحظہ کیجئے مسلمانوں کی عدم دلچسپی کا منظر نامہ امام احمد رضا کی تحریر میں:

"مسلمانوں میں یہ طاقت کہاں کہ وطن ومال واہل وعیال چھوڑ کر ہزاروں کوس دور جائیں اور میدانِ جنگ میں (ترکی حمایت میں) مسلمانوں کا ساتھ دیں مگر مال تو دے سکتے ہیں اس کی حالت بھی

سب آنکھوں دیکھ رہے ہیں وہاں مسلمانوں پر کیا کچھ گزر رہی ہے؛ یہاں وہی جلسے، وہی رنگ، وہی تھیٹر، وہی امنگ وہی تماشے بازیاں، وہی غفلتیں، وہی فضول خرچیاں، ایک بات کی بھی کمی نہیں، ابھی ایک شخص نے ایک دنیاوی خوشی کے نام سے 50 ہزار روپے دیے، ایک عورت نے ایک چین وچناں جرگہ کو 50 ہزار دیے، ایک رئیس نے ایک کالج کو ڈیڑلاکھ دیے۔۔۔۔۔ اور مظلوم اسلام کی مدد کے لیے جو کچھ جوش دکھارہے ہیں آسمان سے بھی اونچے ہیں اور جو اصل کارروائی ہورہی ہے زمین کی تہہ میں ہے پھر کس بات کی امید کی جائے، بڑی ہمدردی یہ نکالی ہے کہ یورپ کے مال کا بائیکاٹ ہو، میں اسے پسند نہیں کرتا، نہ ہر گز مسلمانوں کے حق میں کچھ نافع پاتا ہوں، اوّل تو یہ بھی کہنے کے الفاظ ہیں۔ نہ اس پر اتفاق کریں گے، نہ ہر گز اس کو نباہیں گے۔ اس عہد کو پہلے توڑنے والے جینٹلمین حضرات ہی ہوں گے جن کی گزر بغیر یورپین اشیاکے نہیں۔ یہ تو سارا یورپ ہے، پہلے صرف اٹلی کا بائیکاٹ ہوا تھا اس پر کتنوں نے عمل کیا اور کتنے دن نباہیا۔[۸]

امام احمد رضا ان تمہیدی کلمات کے بعد مسلمانوں کو معاشی بحران سے نکالنے کی نصیحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"مسلمان اپنی سلامت روی پر قائم رہیں، کسی شریر قوم کی چال نہ سیکھیں، اپنے اوپر مفت کی بدگمانی کا موقع نہ دیں، ہاں اپنی حالت سنبھالنا چاہتے ہیں تو ان لڑائیوں پر ہی کیا موقوف تھا ویسے ہی چاہیے تھا کہ:

اولاً: باستثناان معدود باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھوں میں لیتے، اپنے سب معاملات اپنے آپ فیصل کرتے، یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ ووکالت میں جاتے ہیں، گھر کے گھر تباہ ہوگئے اور ہوئے جاتے ہیں محفوظ رہتے۔

ثانیاً: اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا، اپنی حرفت وتجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے، یہ نہ ہوتا کہ یورپ وامریکہ والے چھٹانک بھر تانبا کچھ صناعی کی گھڑنت کرکے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔

ثالثاً: بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدرآباد وغیرہ کے تونگر مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کے لیے بینک کھولتے، سود شرع نے قطعی حرام فرمایاہے، مگر اور سو طریقے نفع لینے کے لیے حلال فرمائے ہیں، جن کا بیان کتبِ فقہ میں مفصّل ہے اور اس کاایک نہایت آسان طریقہ کتاب ''کفاالفقیہ الفاہم'' میں چھپ چکا ہے، اُن جائز طریقوں پر بھی نفع لیتے کہ انھیں بھی فائدہ پہنچتااور ان کے بھائیوں کی بھی حاجت بر آتی اور آئے دن جو مسلمانوں کی جائدادیں بنیوں (ہندو تاجر) کی نذر ہوئی چلی جاتی ہیں ان سے بھی محفوظ رہتے، اگر بنیوں کی جائداد ہی لی جاتی، مسلمان ہی کے پاس رہتی۔ یہ تو نہ ہوتا کہ مسلمان ننگے اور بنیے تنگے۔

رابعاً: سب سے زیادہ اہم، سب کی جان، سب کی اصلِ اعظم وہ دینِ متین تھا، جس کی رسی مضبوط تھامنے نے اگلوں کو ان مدارجِ عالیہ پر پہنچایا، چاردانگِ عالم میں ان کی ہیبت کا سکہ بٹھایا، نانِ شبینہ کے محتاجوں کو بلند تاجوں کا مالک بنایا، اوراسی کے چھوڑنے نے پچھلوں کو یوں چاہِ ذلت میں گرایا۔۔۔ دینِ متین علمِ دین کے دامن سے وابستہ ہے؛ علم دین سیکھنا پھر اس پر عمل کرنا اپنی دونوں جہاں کی زندگی چاہتے وہ انھیں بتادیتا، اندھوں! جسے ترقی سمجھ رہے ہو سخت تنزلی ہے جسے عزت جانتے ہو اشد ذلت ہے۔''[۹]

امام احمد رضا یہ 4 نکات پیش کرنے کے بعد خود ہی تحریر فرماتے ہیں کہ ''مسلمان اگر یہ چار باتیں اختیار کرلیں تو ان شاء اللہ العزیز آج ان کی حالت سنبھل جاتی۔ آپ کے (مخاطب مفتی منشی لعل ہیں) سوال کا جواب تو یہ ہے، مگر یہ تو فرمائیں کہ سوال وجواب سے حاصل کیاجب کوئی اس پر عمل کرنے والانہ ہو۔''

امام احمد رضا خاں چونکہ مسلمانوں کی بہبود کے خیر خواں ہیں، اس لیے ان چار نکات پر عمل پیرا ہونے کے لیے اس کی تفصیل بتاتے ہیں۔ جو ان کے رسالے ''تدبیر فلاح ونجات واصلاح'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔ یہاں موضوع سے متعلق صرف ایک نکتے کی وضاحت کرنا چاہوں گا کہ 1912ء میں امام احمد رضا کے ہم عصروں میں برصغیر پاک وہند اور بلاد عرب میں ایک سے ایک بلند پایہ مفتی اور عالم دین موجود تھا، مگر اس وقت کے مسلمانوں کے معاشی حالات ومعاملات کے پیش نظر کسی نے بھی مسلمانوں کو مسلم یا اسلامی بینک قائم کرنے کی رغبت نہ دلائی یہ حقیقت ہے اور حقیقتاً حقیقت ہے کہ کسی نے بھی اس

طرف توجہ نہ فرمائی۔ اس لحاظ سے امام احمد رضا کو اسلامی بینک کا موجد قرار دیا جاسکتا ہے، جہاں انھوں نے متعدد علوم وفنون میں تجدیدی کارنامے انجام دیے، وہیں علم معاشیات میں انھوں نے اسلامی بینک کے قیام کا نظریہ پیش کر کے اس فن میں بھی موجد ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ امام احمد رضا کے اس اہم نکتے کی وضاحت پاکستان کے ماہر معاشیات پروفیسر رفیع اللہ صدیقی نے ایک مقالے میں کی تھی، یہ مقالہ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے قیام (1980ء) کے بعد "معارف رضا" کے نام سے شائع ہونے والے پہلے شمارے میں شائع ہوا تھا۔ مقالے میں اس نکتہ کی تفصیل پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے کیونکہ مقالہ طوالت اختیار کر گیا ہے اس لیے یہ اقتباسات اصل مقالے میں ملاحظہ کریں۔

پروفیسر رفیع اللہ صدیقی نے امام احمد رضا کے الم۔۔۔۔

"بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدر آباد دکن کے تونگر مسلمان اپنے بھائیوں کے لیے بینک کھولیں۔" [۱۰]

وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"یہ نکتہ معاشی نقطۂ نظر سے اس قدر اہم ہے کہ ہمیں مولانا احمد رضا خاں کی اقتصادی سمجھ بوجھ کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ 1912ء میں ہندوستان کے صرف چند بڑے بڑے شہروں میں بینک قائم تھے، جن کی ملکیت انگریزوں یا ہندوؤں کے ہاتھوں میں تھی۔ برصغیر میں 1940ء تک کوئی مسلم بینک موجود نہ تھا۔ 1912ء میں بینک اور بینکوں کی اہمیت کا اندازہ لگانا کوئی آسان بات نہ تھی، لیکن مولانا کی نگاہوں سے معاشیات کے مستقبل کے اس اہم ادارے کی اہمیت پوشیدہ نہ رہ سکی اور انھوں نے مال دار مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ اپنے بھائیوں کے لیے بینک قائم کریں۔" [۱۱]

پروفیسر رفیع اللہ صدیقی صاحب امام احمد رضا کے پیش کردہ اس نکتے کی کہ جس میں بینک قائم کرنے کی اپیل کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہ جدید ماہرین اقتصادیات بچت (Savings) اور زر کی ذخیرہ اندوزی (Hoarding) کو کتنی اہمیت دیتے ہیں اور امام احمد رضا نے اپنی نگاہ سے بہت پہلے اس مسئلے کو بھانپ لیا، اس لیے مسلمانوں کی بھلائی چاہتے ہوئے تونگر مسلمانوں سے اپیل کر دی۔

پروفیسر صدیقی صاحب اس سلسلے میں مزید تحریر فرماتے ہیں:

"1912ء میں جب کہ اقتصادی تعلیم محدود تھی کسے معلوم تھا کہ تیس چالیس سال کے بعد بچت اور بینک کس قدر اہمیت اختیار کر جائیں گے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے مستقبل میں جھانک لیا تھا۔ انھوں نے مسلمانوں کو نہ صرف فضول خرچی سے باز رکھنے کی تلقین کی، نہ صرف پس اندازی کی، ہدایت کی بلکہ صاحبِ حیثیت اور دولت مند مسلمانانِ ہند سے اپیل کی کہ وہ اپنے بھائیوں کی مدد کے لیے بینک قائم کریں۔ وہ بینک جہاں کم حیثیت کے مسلمان اپنی چھوٹی چھوٹی بچائی ہوئی رقم محفوظ رکھ سکیں اور جہاں سے باصلاحیت مسلمان آجروں کو سرمایہ فراہم ہو سکے اور صنعت کاری کے میدان میں ہندوؤں کا مقابلہ ڈٹ کر کر سکیں۔"[۱۲]

پروفیسر رفیع اللہ صدیقی اس نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے آخر میں امام احمد رضا کو اسلامی بینک قائم کرنے کی حکمتِ عملی پر زبردست خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"میں سوچتا ہوں کہ کاش 1912ء میں چند ایک ہی ایسے اہلِ دل مسلمان ہوتے جو مولانا احمد رضا خاں کے ارشادات پر عمل کر لیتے تو مسلمانوں کی اقتصادی تاریخ برصغیر میں یقیناً مختلف ہوتی اور پاکستان کو انتہائی نامساعد معاشی مسائل کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ ایسی گہری سوچ اور ایسے نکات جن کے نتائج اس قدر دور رس ہوں کسی عام انسان کے بس کی بات نہیں۔ یہ تو صرف مردِ مومن کا کمال ہے۔ اس مردِ مومن نے تونگر مسلمانوں کو دعوت دی کہ مسلمانوں کے لیے مسلمانوں کا بینک قائم کرو تا کہ مسلمانوں کی اقتصادی حالت سنبھلے۔ یہ ہی بات 1946ء میں قائدِاعظم نے دہرائی (جن کے باعث کلکتہ میں 9 جولائی 1947ء میں مسلم کمرشل بینک قائم ہوا)۔ اگر 1912ء میں سر آدم جی اور مرزا اصفہانی جیسے دو چار سرمایہ دار اور فاضل بریلوی کی ہدایت پر عمل کر لیتے تو مسلمانوں کا معاشی مستقبل بہت کچھ سنور جاتا اور اس کے اقتصادی نتائج نہ صرف برصغیر کے مسلمانوں کے لیے، بلکہ مسلمانانِ عالم کے لیے بے حد خوشگوار ثابت ہوتے۔[۱۳]

امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی قدس سرہ العزیز کے اس نظریہ اور اپیل کو مسلمان اگر اس وقت سمجھ لیتے اور اس پر عمل پیرا ہو جاتے تو آج مسلم ممالک کی عربوں ڈالر کی رقم مغربی ملکوں کی بینک کی زینت نہ ہوتی بلکہ یہ ساری رقم ہمارے مسلم بینکوں میں ہوتی۔ امام احمد رضا نے 1912ء میں جب یہ چار نکاتی فارمولا پیش کیا اس وقت سلطنتِ عثمانیہ زوال کی طرف تھی اور برٹش کوشش کررہے تھے کہ اس آخری اسلامی سلطنت کو توڑدیں۔ وہ کسی حد تک 1924ء میں کامیاب بھی ہوگئے چنانچہ سعودی عرب کے علاوہ چھوٹی چھوٹی مختلف ناموں سے اسلامی ریاستیں قائم کرکے مسلمانوں کی قوت کا شیرازہ بکھیر دیا۔ یہ اس لیے ہوا کہ انگریز عرب کے علاقوں میں تیل، گیس تلاش کرنا چاہتا تھا اور بہت جلد 1930ء سے قبل عرب میں تیل دریافت بھی ہوگیا۔ تیل دریافت ہونے کے بعد اس نے عربوں سے کوڑیوں کے دام تیل خریدا اور جو رقم ان کو دینا تھی وہ بھی اپنے بینکوں میں جمع کروائی کہ مسلمانوں کے پاس اس وقت کوئی بینک نہ تھا۔ انگریز نے اس رقم سے اپنے ملکوں میں ترقی کی اور پھر عربوں کو ترقی کی لالچ دے کر تیل کے پیسوں سے وہاں ترقی کا کام شروع کیا۔ وہ ساری رقم ترقی پر جو خرچ ہوئی وہ سب کی سب انگریز کمپنی والے لے گئے۔ اس طرح عربوں کے تیل سے پورا یورپ اور امریکہ پلا بڑھا اور آج بھی ان ملکوں کے بینکوں میں ایک بڑی رقم عربوں کی ہی ہے، مگر حال اب یہ ہے کہ امریکہ ویورپ جب چاہتے ہیں ان کی رقم کو سیل کر دیتے ہیں جیسا کہ عراق، لیبیا، کویت، مصر، ایران، شام، لبنان کے عربوں کی رقم وقتاً فوقتاً سیل کر دی گئی۔ کاش امام احمد رضا کی آواز پر اس وقت مسلمان لبیک کہتے ہوئے اسلامی بینکوں کا جال بچھادیتے تو یہ ساری رقم مسلمان ملکوں میں مسلمان خرچ کرتے اور آج جس طرح یورپ ترقی یافتہ Continent ہے، مڈل ایسٹ بھی اور دیگر مسلم ممالک بھی ترقی یافتہ ہوتے مگر افسوس کہ ملتِ اسلامیہ میں کوئی بھی صلاح الدین ایوبی کے کردار کا آدمی سامنے نہیں آیا۔ اللہ نے ایسی فہم وفراست والی شخصیت یعنی امام احمد رضا مسلمانوں کو دی جس نے علم و قلم کے ذریعے رہنمائی کی، مگر ہم مسلمانوں نے اس طرف کوئی توجہ نہ کی۔ یہ ہی شخصیت اگر غیر مسلموں میں ہوتی اس کو نہ جانے لوگ کیا سے کیا بنا دیتے مگر ہم نے اپنے ہیرو کی قدر نہ کی۔ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو عقیل سلیم عطا کرے۔ آمین!

مآخذ و مراجع

۱۔ فتاویٰ رضویہ جلد ۷، ص ۱۲۶، مکتبۂ رضویہ کراچی۔

۲۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۷، ص ۱۲۷، مکتبۂ رضویہ، کراچی۔

۳۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۷، ص ۱۲۸، مکتبۂ رضویہ، کراچی۔

۴۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۷، ص ۱۲۹، مکتبہ رضویہ، کراچی۔

۵۔ ملفوظات، حصۂ دوم، ص 137-138، مرتبہ مفتیِ اعظم ہند، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی۔

۶۔ بلاسود بینکاری، اردو ترجمہ "کفل الفقیہ الفاہم"، ص ۷۔۸، مطبوعہ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا۔

۷۔ ابوالحسن علی الندوی، نزہۃ الخواطر، ج ۸، ص ۴۲، مطبوعہ کراچی۔

۸۔ فتاویٰ رضویہ، جلد 15، ص ۱۴۳ تا ۱۴۴، مطبوعہ لاہور۔

۹۔ فتاویٰ رضویہ، جلد 15، ص ۱۴۵، مطبوعہ، لاہور۔

۱۰۔ معارفِ رضا 1981ء، ص ۵۷۔

۱۱۔ ایضاً، صفحہ ۵۸۔

۱۲۔ ایضاً، صفحہ ۵۹۔

۱۳۔ ایضاً، صفحہ ۵۹ تا ۶۰۔